انعامی بانڈز کی خرید وفروخت

مفتی محمد رفیق الحسنی

ہم سے بار ہا انعامی بانڈوں کے متعلق پوچھا گیا کہ:

(الف) پاکستان میں مروجہ انعامی بانڈوں کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہیں؟

(ب) کیا بانڈز سے قرعہ اندازی کے ذریعے حاصل ہونے والی انعامی رقم جائز اور حلال ہے؟

(ج) کیا انعامی بانڈز سے ملنے والی انعام کی رقم مسجد و مدرسہ اور حج کے لئے استعمال کی جاسکتی ہے؟

(د) انعام دینے کے لئے قرعہ اندازی کا جب وقت قریب آتا ہے تو مارکیٹ میں بانڈز کی قیمت بڑھ جاتی ہے مثلاً ایک سو والا انعامی بانڈ ایک سودس میں فروخت ہوتا ہے۔ ہزار والا گیارہ سو میں فروخت ہوتا ہے، علی ھذاالقیاس پچاس روپے کے انعامی بانڈوں سے لے کر پچیس ہزار کے انعامی بانڈوں تک یہی ہوتا ہے بعض دفعہ ضرورت مند لوگ بانڈوں پر درج شدہ قیمت سے کم رقم پر بانڈ فروخت کرتے ہیں کیا زائد یا کم رقم سے انعامی بانڈ فروخت کرنا جائز ہے؟

(ھ) مارکیٹ میں انعامی بانڈوں کے نمبر بھی فروخت ہوتے ہیں، بانڈوں کا مالک صرف نمبر فروخت کردیتا ہے یعنی بانڈوں کے نمبر نقل کرکے یا بانڈوں کی فوٹو اسٹیٹ (نقل) فروخت کردیتا ہے خریدار کو صرف یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اگر خریدشدہ نمبر پر انعام نکل آیا تو وہ انعام خریدار کا ہوگا اگر نہ نکلا تو خریدار کو کچھ نہیں ملتا اور نمبروں کی خرید میں صرف کی گئی رقم بھی واپس نہیں ملتی ،کیا اس طریقہ سے انعامی بانڈوں کے نمبر فروخت کرنا اور خریدنا جائز ہے؟

مختصر جوابات

(۱) انعامی بانڈوں کی خرید وفروخت جائز ہے اور قرعہ اندازی کے ذریعے حاصل ہونے والا انعام بھی حلال اور جائز ہے۔

(۲) انعام سے حاصل ہونے والی رقم مساجد و مدارس اور حج وغیرہ جیسی عبادات میں صرف کی جاسکتی

ہے۔

(۳)انعامی بانڈوں کودرج شدہ رقم سے زائد یا کم رقم سے فروخت کرنا بھی جائز ہے۔

(۴)صرف نمبر بیچنے جائز نہیں ہیں۔نمبروں کی خرید وفروخت اوراس پر حاصل ہونے والا انعام ناجائز اورحرام ہے۔اولاً اس لئے کہ نمبر مال نہیں، بیع شراء میں بدلین کا مال ہونا شرط ہے اور مال وہ چیز ہوتی ہے جسے ضرورت کے وقت تک محفوظ رکھا جاسکے اوردل اس کی طرف میلان کرے،صرف نمبر کوئی ایسی چیز نہیں جسے ذخیرہ کر کے محفوظ کیا جاسکے شامی میں ہے:

المراد بالمال مایمیل الیہ الطبع ویمکن ادخارہ لوقت الحاجۃ۔(کتاب البیوع)

یعنی مال سے مراد وہ چیز ہے جس کی طرف طبیعت میلان کرے اورضرورت کے وقت کے لئے اسے ذخیرہ کیا جاسکے۔

ثانیاً اس پر قمار(جوا) کی تعریف صادق آتی ہے،تملیک المال علی سبیل المخاطرہ یعنی مال کا کسی کوتردد اورشرط اورتعلیق کے طریقہ پر مالک بنایا جائے۔نمبروں پر اگر انعام نکل آیا تو خریدار کو اصل رقم سے زائد مل جائے گی اوراگر انعام نہ نکلا تو اصل رقم ضائع ہوگئی اسی طرح فروخت کرنے والے کوانعام سے محروم ہونے کی صورت میں نقصان اٹھانا پڑے گا اورانعام نہ نکلنے کی صورت میں نفع حاصل ہوجائے گا لہذا ہمارے خیال میں صرف نمبروں کی خرید وفروخت ناجائز ہے۔جب یہ ناجائز ہے تو اس سے حاصل ہونے والا انعام بھی ناجائز ہے۔لیکن خود انعامی بانڈوں کی خرید وفروخت اورانعام کے جواز کے لئے کوئی شرعی مانع موجود نہیں ہے۔لہذا خرید وفروخت اورانعام جائز ہے کیونکہ انعامی بانڈوں کی خرید وفروخت ناجائز ہونے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔قمار(جوئے) کی وجہ سے ناجائز ہو، ربا(سود) کی وجہ سے ناجائز ہو،بیع فاسد ہونے کی وجہ سے ناجائز ہو۔انعامی بانڈوں کی خرید وفروخت میں تینوں امور نہیں ہیں لہذا خرید وفروخت اورانعام جائز اورحلال ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ آج کل پچاس،سو،پانچ سو،ہزار،پانچ ہزار،دس ہزار،پچیس ہزار روپے والے انعامی بانڈوں کی خرید وفروخت جاری ہے۔خریدار انعامی بانڈ خرید کر رکھ دیتے ہیں۔اگر انعام نکل آئے تو وصول کرلیتے ہیں ورنہ حسب ضرورت فروخت کردیتے ہیں۔انہیں بغیر کمی کے اصل رقم مل جاتی ہے۔قرض ادا کرنے کے لئے نیز روزہ مرہ ضرورت کی اشیاء خریدنے کے لئے بھی انعامی بانڈ قبول کرلئے جاتے ہیں۔

مفصل جواب

اہل سنت و جماعت کے اکثر علماء نے انعامی بانڈوں کی خرید وفروخت اور انعام کے جواز کا فتوی دیا ہے جبکہ مکتبہ دیوبند سے تعلق رکھنے والے اکثر علماء نے عدم جواز کا فتوی دیا ہے۔ ہمارے خیال میں اہلسنت و جماعت کے علماء حق پر ہیں کیونکہ غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ انعامی بانڈوں کی حیثیت صرف رسید اور وثیقہ کی ہے، خریدار جو رقم ادا کرتا ہے وہ حکومت پر قرض ہے اور انعام قرض پر منفعت ہے اور منفعت ربا یعنی سود ہے اور یہ حرام ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اول تو انعامی بانڈوں کی حیثیت رسید کی نہیں بلکہ یہ خود مال ہیں جیسے کاغذ کے نوٹ مال ہیں یہی عرف عام ہے اور یہی تعامل بھی ہے۔ خرید وفروخت کرنے والے قرض اور رسید والا معاملہ نہیں سمجھتے بلکہ وہ اسے بیع وشراء کہتے اور سمجھتے ہیں لہذا قرض پر منفعت والا مفروضہ باطل ہوگیا۔

دوم: یہ کہ علی سبیل التنزل و التسلیم قرض پر منفعت مطلقا ربا (سود) نہیں ہے۔ قرض پر منفعت سود اس وقت ہوتی ہے جب کہ عقد قرض یعنی قرض کے لین دین کے وقت منفعت شرط کی گئی ہو۔ اگر شرط نہ ہو تو قرض پر منفعت جائز ہے جیسے حضور علیہ السلام نے قرض واپس کرتے ہوئے وزن کرنے والے کو فرمایا زن فرجع یعنی قرض کی مثل واپس کر اور زیادہ دے (بدائع الصنائع) علامہ شامی فرماتے ہیں: حضور اکرم ﷺ کے فرمان کل قرض جر نفعا فهو حرام کا مفہوم یہ ہے کہ اگر منفعت مشروط ہو تو منفعت حرام ہے (شامی باب الربا) انعامی بانڈوں میں انعام مشروط نہیں ہوتا۔ قرعہ اندازی کے ذریعے بعض خوش نصیبوں کو انعام ملتا ہے ہر ایک کو نہیں ملتا لہذا جب قرض پر منفعت مشروط نہیں ہے، تو یہ ربا نہیں ہے شامی میں ہے:

ای اذا کان مشروطا (جس وقت نفع مشروط ہو)

دوسری جگہ فرمایا: فلو قضاه مثل قرضه ثم زاده درهما مفروزا او اکثر جاز (الی) ان المنفعة فی القرض اذا کانت غیر مشروطة تجوز بلا خوف۔ (شامی)

پس اگر مقرض کو اس کے قرض کی مثل ادا کیا پھر اس کو زیادہ کیا درہم جدا شدہ یا درہم سے زیادہ دیا تو جائز ہے (تا) کیونکہ قرض میں منفعت جب غیر مشروطہ ہو تو جائز ہوتی ہے، بغیر خوف کے۔

☆البلاء یقرب بینک وبین اللہ ویعلمک الدعاء ویذھب عنک الکبر والعجب والفخر.☆

(۱)ہمارے خیال میں انعامی بانڈوں میں بیع وشراء والا کاروبار ہے،ان میں قرض نہیں ہوتا۔اگر بانڈوں کے کاروبار کو بیع وشراء کا معاملہ کہا جائے تو یہاں بیع فاسد بھی نہیں تا کہ اسے ناجائز کہا جاسکے۔بیع فاسد وہ ہوتی ہے جس بیع میں صحیح کی شرائط سے کسی شرط کی نفی ہو اور یہاں ایسا نہیں ہے۔کیونکہ بیع صحیح اور نافذ کے لئے شرط ہے کہ فروخت کی گئی چیز مال ہو اور متقوم ہو یعنی شریعت میں اس کی قیمت ہو اور باہمی رضا سے مال کے بدلے مال کا تبادلہ ہو اور مبیع فروخت کرنے والے کے ملک میں ہو اور مقدور التسلیم ہو اور بدلین معلوم ہوں اور بیع میں ایسی شرطیں نہ ہوں جو عقد بیع کے تقاضوں کے خلاف ہوں وغیرہ وغیرہ۔چونکہ انعامی بانڈوں میں صحت بیع کی مذکورہ تمام شرطیں پائی جاتی ہیں لہذا یہ بیع صحیح ہے اور اس پر بیع صحیح کے احکام جاری ہوں گے۔بیع فاسد کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔

(۲)اور اگر یہ کہا جائے کہ انعام کی صورت میں انعامی بانڈوں کی خرید وفروخت میں انعام ربا ہے یعنی سود ہے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ ربا کی تین اقسام ہیں:(۱)ربا الفضل یعنی زیادتی کا سود،(۲)ربا النسیہ یعنی ادھار کا سود،(۳)ربا القرض یعنی قرض کا سود۔

ربا القرض کی تعریف:

ربا القرض یہ ہے کہ کیلی،وزنی یا عددی متقارب اشیاء قرض دیتے وقت شرط لگائی جائے کہ واپس کرتے وقت اصل پر متعین مقدار زائد واپس کرنا ہوگی اگر یہ شرط نہ ہو اور مقروض اپنی طرف سے قرض واپس کرنے کے علاوہ مزید کوئی چیز ادا کرے تو یہ ربا نہیں ہوگا جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

مثلاً گندم کی معین مقدار بطور قرض دینا جائز ہے لیکن اس مقدار سے زائد واپس کرنے کی شرط کرنا ناجائز ہے اور زائد گندم ربا اور سود ہے۔ایک ہزار روپے کسی کو بطور قرض دیئے اور ایک سو زائد واپس کرنے کی شرط لگائی تو یہ معاملہ قرض ناجائز ہے اور سو روپے ربا ہیں۔

قرض پر سود کی حرمت کی علت حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ:کل قرض جر نفعا فھو حرام.

یعنی ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچے وہ حرام ہے۔

یہاں حرمت ربا کی علت قدر اور جنس نہیں ہے کیونکہ قرض میں مال کا مال سے تبادلے کا عقد نہیں ہوتا بلکہ مال کا عین واپس کرنے کا عقد ہوتا ہے چونکہ عین کا واپس کرنا ممکن نہیں ہوتا تو اس کی مثل کو عین

کا حکم دیا جاتا ہے اور قدر اور جنس کا اتحاد مالی تبادلہ میں حرمت ربا کی علت ہوتا ہے، انعامی بانڈوں میں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں خرید وفروخت ہوتی ہے۔ یہاں قرض والا معاملہ ہے ہی نہیں لہذا یہاں نہ قرض ہے اور نہ انعام کی رقم قرض پر سود ہے۔

بینک اکاؤنٹ کی تفصیل:

یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ کنونشنل بینکوں کے سیونگ اکاؤنٹس میں جمع کرائی گئی رقوم بطور قرض ہوتی ہیں اور نفع متعین ومشروط ہوتا ہے لہذا اس سودی اکاؤنٹ میں رقم جمع کرانا جائز نہیں ہے۔ غیر اسلامی بینکوں کے پی ایل ایس اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی رقوم بطور مضاربہ (ایک فریق کا سرمایہ اور دوسرے کا عمل) ہوتا ہے اس میں بھی رقم جمع کرانا جائز نہیں ہے۔ اگر چہ یہاں نفع متعین اور مشروط نہیں ہوتا، یہ اکاؤنٹ نفع ونقصان کی بنیاد پر ہوتا ہے لیکن بینک اس اکاؤنٹ کی رقم کو بھی دیگر اکاؤنٹس کی طرح سود پر بطور قرض لوگوں کو جاری کرتے ہیں۔ (رب المال) سرمایہ دار مؤکل ہوتا ہے اس لئے بینک بطور وکیل اس اکاؤنٹ میں جو بھی تصرف کریں گے رب المال اس میں شریک ہوگا، کیونکہ وکیل کے تصرفات مؤکل کی طرف راجع ہوتے ہیں جب بینک اس اکاؤنٹ کو سود کے لئے استعمال کرتے ہیں تو گویا سرمایہ دار خود سودی کاروبار کرتا ہے لہذا یہ بھی ناجائز ہے بلکہ فریب اور دھوکہ ہے کہ نام تو مضاربت ہے لیکن معاملہ سود پر قرض ہوتا ہے۔ لہذا یہ عقد بھی باطل ہے اور کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرانا ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ ورنہ وہ رقم بھی بینک لوگوں کو بطور قرض سود پر دیتے ہیں۔ اس اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی رقوم بھی بطور قرض ہوتی ہیں اور اس میں کوئی نفع نہیں ہوتا۔ جمع کرانے والے آدمی کو اتنی رقم واپس ملتی ہے جتنی اس نے جمع کرائی تھی۔

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ بینک، کرنٹ اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم بھی بطور قرض سود پر دیتے ہیں۔ ایک بینک کے صدر کے بقول بینک کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ سود پر رقم فراہم کرے اور واپسی کا انتظام کرے، مختلف کمپنیوں، ملوں، فیکٹریوں کو سود پر قرض فراہم کئے جاتے ہیں لہذا کرنٹ اکاؤنٹ (غیر سودی) میں رقم جمع کرانا بھی ناجائز ہونا چاہئے؟

جواب: اگر کوئی شخص اس ارادے سے کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرائے کہ رقم محفوظ رہے اس کا یہ ارادہ نہ ہو کہ بینک اس رقم سے سودی کاروبار کریں تو امید ہے کہ اس سے مؤاخذہ نہیں ہوگا، کیونکہ قرض

☆احسن الی الناس وقدم الخیر للبشر لتلقی السعادۃ من عیادۃ مریض او اعطاء فقیر والرحمۃ بینہم.☆

دہندہ اگر مقروض کو خیر کے ارادے سے قرض دیدے اور مقروض اس کو معصیت میں خرچ کرے قرض پر رقم دینے والے کو کوئی گناہ نہیں ہوگا، اس کی مثال اس طرح سمجھائی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی شخص مکان کرایہ پر دیتا ہے اور کرایہ دار اس مکان میں معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو مالک مکان پر اس معصیت کا کوئی وبال نہیں ہوگا بلکہ سیدنا امام اعظم کے نزدیک تو اگر مالک مکان کسی کافر یا مجوسی کو اس لئے کرایہ پر مکان دیتا ہے کہ کرایہ دار مجوسی یا کافر اپنی مشرکانہ عبادتیں اس میں کریں تو بھی مالک مکان کے لئے کرایہ حلال ہے اور کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہے بحر الرائق میں ہے:

جاز اجارة البيت لكافر ليتخذ معبدا او بيت نار للمجوس او يباع فيه خمر في السواد هذا قول الامام له ان لا اجارة على منفعة البيت ولا معصية فيه وانما المعصية بفعل المستاجر وهو مختار فيه فقطع نسبته ذالك الى الموجر. (ص۲۰۲، ج۶) کمرے کو کافر کے لئے اجرت پر دینا جائز ہے تاکہ وہ اس کمرے کو عبادت کی جگہ بنائے۔ یا آگ کا کمرہ مجوسی کے لئے یا اس میں شراب فروخت کی جائے گاؤں میں یہ امام اعظم کا قول ہے۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ کمرے کی منفعت پر ہے اور اس منفعت میں کوئی معصیت نہیں ہے کیونکہ مستاجر کے فعل کیساتھ قائم ہے پس وہ اس سے مختار ہے پس یہ اجرت پر دینے والے کی طرف معصیت کی نسبت قطع کردے گا۔

لہذا کرنٹ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرانے کے جواز کا فتوی دیا جانا چاہئے۔ (تاہم اس اکاؤنٹ کا فائدہ بینک ہی کو ہوتا ہے اور دیگر اکاؤنٹس سے زیادہ ہوتا ہے کہ وہاں تو اسے کچھ سود اکاؤنٹ ہولڈر کو دینا پڑتا ہے جب کہ کرنٹ اکاؤنٹ پر سارا سود بینک ہی کا ہوتا ہے اور اکاؤنٹ رکھنے والا بینک کو سودی کاروبار میں غیر شعوری طور پر بھرپور مدد دے رہا ہوتا ہے (مجلس ادارت)

سوال: پی ایل ایس اکاؤنٹ جب مضاربت کا کھاتہ ہے اور مضاربت جائز ہے اس میں سود نہیں بلکہ نفع ونقصان کی شرائط کے ساتھ اس میں رقم جمع کرائی جاتی ہے تو یہ کیوں جائز نہیں؟

جواب: مضاربت میں رب المال یعنی سرمایہ دار بحیثیت مؤکل ہوتا ہے اور مضارب (عامل) بمنزلہ وکیل ہوتا ہے۔ عامل کے پاس سرمایہ امانت ہوتا ہے اسے سرمایہ فراہم کرنے والے شخص کی شرائط کے مطابق سرمایہ میں تصرف کی اجازت ہوتی ہے مگر یہاں تو بینک خیانت کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں

۔مضاربت کا کاروبار نہیں کرتے بلکہ اس جمع شدہ رقم کو سود پر قرض دیتے ہیں لہذا یہ کھاتہ ناجائز ہے، نیز مضاربہ میں مالک کے اذن کے ساتھ عامل بطور وکیل اس میں تصرفات کا مجاز ہوتا ہے۔لہذا پی ایل ایس کھاتہ سے جب بینک سود پر لوگوں کو قرض فراہم کرے گا تو رب المال (مالک) گویا اس میں شریک ہے اگرچہ سرمایہ دار اس کھاتہ سے خود اپنے لئے سود وصول نہیں کرتا لیکن بینک اس کی اجازت سے سود وصول کرتے ہیں اس لئے اکاؤنٹ میں بھی رقم جمع کرانا جائز نہیں۔

ربا القرض (قرض پر سود) کی بحث میں قارئین کے فائدہ کے لئے ضمنا بینک کے مختلف اکاؤنٹوں کے متعلق بعض احکام ذکر کرنے کے بعد ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں وہ یہ کہ انعامی بانڈوں کی خرید وفروخت جائز ہے اور قرعہ اندازی کے ذریعے سے حاصل ہونے والا انعام قرض پر سود نہیں ہے۔

سوال: کیا یہ صحیح ہے کہ: انعامی بانڈ فروخت کرنے سے بینکوں میں جو رقم جمع ہوتی ہے بینک اس رقم کو متعین شرح کے ساتھ لوگوں کو کاروبار کے لئے سود پر دیتے ہیں۔انعامی بانڈ خریدنے والوں کو اسی سود سے حاصل ہونے والی رقم سے مختلف انعام دیئے جاتے ہیں لہذا انعام کی رقم حرام اور ربا ہے۔

جواب: علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ شرح مسلم شریف میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔یہ اعتراض انعامی بانڈوں کے طریقہ کار کے بارے میں صحیح معلومات نہ ہونے پر مبنی ہے۔انعامی بانڈز کو فروخت کرنے والی حکومت ہے، بینک نہیں۔بینک لوگوں سے جو سرمایہ لے کر جمع کرتا ہے اس کو کاروبار میں لگاتا ہے اور اس سے نفع حاصل کرتا ہے اور حکومت لوگوں سے انعامی بانڈز یا دوسرے ذرائع سے جو روپیہ حاصل کرتی ہے اس کو وہ اپنے منصوبہ جات اور اخراجات پر خرچ کرتی ہے۔حکومت اپنی مختلف اسکیموں کی تکمیل کے لئے جس طرح بیرون ملک سے قرضہ جات لیتی ہے اسی طرح اندرون ملک عوام سے بھی اپنی اسکیموں کے لئے قرضہ جات لیتی ہے اور انعامی بانڈز کی فروخت سے بھی رقم فراہم کرتی ہے یعنی حکومت کا معاملہ بینک سے بالکل الگ ہے۔حکومت انعامی بانڈز کو بینک کے ذریعے فروخت کرتی ہے اس بناء پر ان لوگوں نے سادہ لوحی سے یہ سمجھ لیا کہ انعامی بانڈز کی بیع وشراء میں بینک فریق ہے جبکہ بینک صرف واسطہ ہے اور فریق حکومت ہے اور اگر بالفرض حکومت اس رقم کو کسی کاروبار میں لگاتی ہے اور تجارت کرتی ہے تو یہ کیسے اور کیونکر فرض کر لیا گیا کہ حکومت اس روپیہ کو کسی جائز کاروبار میں نہیں لگاتی اور اس کا کیسے تعین ہو گیا کہ حکومت کو اس روپیہ سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ بہر حال سودی ہوتی ہے، یہ روپیہ ڈیم بنانے یا کسی اور نفع آور اسکیم پر خرچ

کیا جاسکتا ہے اس روپیہ سے حصص کی خریداری بھی ہوسکتی ہے، مل یا کارخانہ بنایا جاسکتا ہے اور تجارت بھی کی جاسکتی ہے۔ یہ کہنا کہ بینک اس روپیہ کو سودی کاروبار میں لگاتا ہے، انعامی بانڈز کے طریقہ اور اس کی فروخت سے حاصل شدہ رقم کے مصرف کے بارے میں صحیح معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ہے اس لئے غلط اور ساقط ہے۔ (ص ۱۱۹، ج ۴)

ثانیا میں کہتا ہوں ہمارے علماء نے کتب فقہ میں تصریح فرمائی ہے کہ اثمان اور نقود، عقود میں متعین نہیں ہوتے جب حکومت کی آمدنی مختلف ذرائع سے ہوتی ہے مثلاً ٹیکس سے، تجارت سے، غیر ملکی امداد سے اور انعامی بانڈز کی خرید وفروخت سے یہ تمام محصولات حکومت کے خزانے میں جمع ہوتے ہیں۔ بالفرض اس میں سود کی رقم بھی ہو تو حتمی طور پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ انعام کی رقم سود سے ادا کی گئی ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ ہم اسے حلال آمدنی سے سمجھیں، جس طرح قومی خزانہ سے عام ملازمین، اسمبلی اور سینیٹ کے ممبران، وزیراعظم اور صدر کی تنخواہیں ادا کی جاتی ہیں حالانکہ قومی خزانہ میں جمع شدہ رقم کے ذرائع حلال وحرام دونوں ہیں لیکن یہاں تنخواہ پانے والے اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت اور اوقاف کے محکمہ میں ملازم علماء بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ہمیں حلال آمدنی سے تنخواہ دی گئی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کیونکہ حلال وحرام مخلوط سرمایہ سے خرچ کی گئی رقم کو حتمی طور پر حرام کہنا غلط ہے۔ سو معلوم ہوا کہ انعامی بانڈوں میں انعام کی رقم جس خریدار کو دی گئی ہے وہ حلال اور جائز ہے۔ شامی میں ہے:

وان كان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولايعلم اربابه ولاشيئا منه بعينه حل له حكما وفي الخانية امرءة زوجها في ارض الجور ان اكلت من طعامه ولم يكن عين ذالك الطعام غصبا فهي في سعته من اكله وكذالو اشترى طعاما او كسوة من مال اصله ليس بطيب فهي في سعته من تناوله والاثم على الزوج (۵۱) (باب البيع الفاسد)

اگر مال مخلوط حرام مال سے جمع کیا گیا ہو اور حرام مال کے ارباب کا علم نہ ہو اور کوئی معین چیز حرام نہ ہو تو وہ مال اس شخص کے لئے حکم کے اعتبار سے حلال ہوگا۔ فتاوی قاضی خان میں ہے ایک عورت جس کا شوہر ظلم کی زمین میں ہے اگر وہ اس کے طعام سے کھانا کھاتی ہے اور اس کھانے کا عین غصب نہیں تو عورت کے لئے اس کا کھانا جائز ہے۔ اسی طرح اگر شوہر طعام یا کپڑے ایسے مال سے خریدتا ہے جس کا اصل حلال نہیں ہے تو بیوی کو اس سے کھانا جائز ہے اور گناہ شوہر پر ہے۔

ربا النسیہ کی تعریف:

ھو فضل الحلول علی الاجل و فضل العین علی الدین فی المکیلین او الموزونین عند اختلاف الجنس او فی غیر المکیلین او الموزونین عند اتحاد الجنس .(بدائع صنائع)

اختلاف جنس کے وقت دو کیلی یا دو وزنی اشیاء کی بیع میں ایک کا حالی ہونا اور دوسری کا مؤجل ہونا اور ایک کا عین ہونا اور دوسری کا دین ہونا یا اتحاد جنس کے وقت غیر کیلی اور غیر وزنی اشیاء کی بیع میں ایک کا حالی ہونا اور دوسری کا مؤجل ہونا،ایک کا عین ہونا اور دوسری کا دین ہونا (ربا النسیہ) ہے یعنی ادھار پر سود ہے۔

(۱)مثال:

مذکورہ کیلی اشیاء کی باہم بیع میں ایک کا صرف حالی اور عین ہونا جبکہ دوسری کا حالی نہ ہونا یہ ربا اور حرام ہے (گویا ربا النسیہ ،بیع سلم کی ناجائز صورتوں کا نام ہے)۔

(۲)مثال:

سونا چاندی اور وزنی اشیاء کے باہم معاوضہ میں فروخت کی گئی اشیاء میں سے ایک حالی ہوا اور دوسری مؤجل ہو حالانکہ دونوں وزنی ہیں جنس مختلف ہے یہ بیع ربا النسیہ ہے اور حرام ہے اگر دونوں نقد ہوں تو یہ بیع جائز ہے۔

(۳)مثال:

ایک انڈا دوسرے انڈے کے معاوضے میں فروخت کیا جائے یا ایک روپیہ،ایک روپے کے معاوضہ میں فروخت کیا جائے ایک حالی ہو دوسرا مؤجل تو یہ ربا النسیہ ہے اور حرام ہے،دونوں کی جنس ایک ہے لیکن دونوں عددی متقاربہ ہیں۔وزنی بھی نہیں اور کیلی بھی نہیں لیکن یہ بیع ناجائز ہے۔اگر دونوں نقد ہوں تو بیع جائز ہوگی۔ربا النسیہ والی صورتوں میں تفاضل اور تساوی دونوں حرام ہوتے ہیں ۔ہماری تحقیق کے مطابق جیسا کہ عنقریب اس کی تفصیل ذکر کی جائے گی نوٹ (کرنسی)اور انعامی بانڈ مختلف جنس ہیں اور عددی ہیں وزنی نہیں ۔اس لئے:

☆اگر انعامی بانڈ کرنسی اور نوٹوں کے معاوضہ میں فروخت کئے جائیں۔برابر برابر ہوں یا کمی اور زیادتی کے ساتھ لیکن دونوں حالی ہوں عین ہوں۔مجلس عقد میں تقابض ہو تو بیع جائز ہے کیونکہ دونوں کی جنس

مختلف ہے اور کیلی ،وزنی بھی نہیں بلکہ عددی ہیں۔لہذا ربا الفضل لازم نہیں آئے گا اور نہ یہ ربا النسیہ ہے۔

☆اگر انعامی بانڈز نوٹوں کے معاوضہ میں فروخت کئے جائیں۔ان میں ایک حالی ہو اور دوسرا مؤجل تو یہ بیع بھی جائز ہے۔کیونکہ انعامی بانڈز اور نوٹ مختلف جنس ہیں اور عددی ہیں اس لئے ربا النسیہ نہیں ہوگا،ربا النسیہ کے لئے ضروری ہے کہ اگر جنس مختلف ہو تو بدلین کیلی ہوں یا وزنی اور اگر بدلین عددی ہوں تو اتحاد جنس ہو یہاں بدلین عددی ہیں اور اتحاد جنس نہیں لہذا یہ بیع جائز ہوگی۔

☆اگر پاکستانی نوٹ پاکستانی نوٹوں کے معاوضہ میں فروخت کئے ہیں،نوٹ دونوں طرف سے متعین ہوں اور مجلس عقد میں قبضہ ہو اور بدلین میں سے کوئی مؤجل نہ ہو تو یہ بیع جائز ہے،اگرچہ متساوی نہ ہوں مثلاً ایک ایک روپے کی سو روپے والی گڈی ایک سو دس روپے میں فروخت کی جائے،دونوں نقد ہوں تو یہ بیع جائز ہے۔کیونکہ کسی جانب سے ادھار نہیں لہذا ربا النسیہ نہیں ہے اور دونوں عددی ہیں۔کیلی اور وزنی نہیں تو ربا الفضل لازم نہیں آئیگا۔ربا الفضل کے لئے ضروری ہے کہ بدلین کیلی ہوں یا وزنی اور جنس ایک ہو۔سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر فلوس مجلس بیع میں معین ہوں تو کمی زیادتی کے ساتھ فلوس کی بیع جائز ہوتی ہے علامہ ابن ہمام نے اسی کو ترجیح دی ہے۔درمختار میں ہے:

وحل بیع ذالک (الی)وفلس بفلسن او اکثرباعیانهما(هذاعندهما)

یعنی فلس کی بیع دو فلوس یا اکثر کے ساتھ حلال ہے جب دونوں متعین ہوں،قبضہ کی شرط اس لئے ذکر کی گئی ہے کہ نوٹ سکہ رائج الوقت ہیں اور یہ ثمن عرفی ہیں جبکہ اثمان کی تعیین قبضہ سے ہوتی ہے شامی میں ہے:

لان القبض شرط فيه للتعيين (باب الربا)

تعیین کے لئے اثمان میں قبضہ شرط ہے کیونکہ بغیر قبضہ کے یہ متعین نہیں ہوتے اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو مختلف ضرورتوں کے لئے ایک ملک کی کرنسی کے نوٹ کمی یا زیادتی کے ساتھ مارکیٹ میں دونوں طرف سے نقد فروخت کئے جاتے ہیں۔یہ لین دین جائز ہے اور لین دین کرنے والے فاسق حرام خور نہیں ہوں گے اسی طرح ہار بنانے والے کمی اور زیادتی کے ساتھ نوٹ فروخت کرتے ہیں یہ جائز ہے۔

☆کل ما اصابك فاجره على الله من الهم والغم والحزن والجوع والفقر والمرض والدين والمصائب.☆

☆اگرایک ملک کے کرنسی نوٹ ،نوٹوں کے معاوضہ میں ادھار پرفروخت کئے جائیں اگر چہ متساوی ہوں تو یہ بیع نا جائز ہوگی کیونکہ نوٹ ایک جنس ہیں اتحاد جنس کے وقت عددی اشیاء کی بیع میں ادھار کی صورت میں ربا النسیہ ہوتا ہے اورقرض کا معاملہ نوٹوں میں بغیر زیادتی کے جائز ہے جس کو آج کل کے عرف میں ادھار کہا جاتا ہے۔قرض پرنوٹ دینایانوٹ فروخت کرنا دونوں الگ الگ امر ہیں اوردونوں کا حکم الگ الگ ہے۔

☆اگرانعامی بانڈز،انعامی بانڈوں کے معاوضہ میں فروخت کئے جائیں۔اگردونوں طرف سے نقد ہوں تو بیع جائز ہوگی اوراگرایک طرف سے ادھاراوردوسری طرف سے نقد ہو،اگر چہ بدلین مساوی ہوں تو یہ بیع نا جائز ہوگی کیونکہ اس میں ربا النسیہ ہے اوراگرانعامی بانڈ بطورقرض دیئے جائیں اوراتنے ہی واپس لئے جائیں تو یہ ادھار جائز ہوگا کیونکہ بیع اورقرض میں فرق ہے علامہ شامی فرماتے ہیں :

اوالذرع والعدبمعنى المذروع والمعدوداى لايتحقق فيهما رباوالمرادربالفضل لتحقق رباالنسية فلوباع خمسة اذرع من الهروى بستةاذرع منه اوبيضةببيضتين جازلويدابيدلالونسيئة لان وجودالجنس فقط يحرم السناء لاالفضل كوجودالقدرفقط كمایاتی.(باب الربا)

زرع اورعدمزروع (گزوں سے پیائش کی جانے والی اشیاء)اورمعدود(عدد سے گنتی کی جانے والی اشیاء)کے معنی میں ہے یعنی مزروع (جیسے کپڑا)معدود(جیسے انڈے)میں ربانہیں ہوگا،مزروع اورمعدود میں ربا نہ ہونے سے مرادربا الفضل ہے کیونکہ ان میں ربا النسیہ تو ہوتا ہے بالفرض اگر پانچ گز کپڑا چھ گز سے فروخت کیا دونوں کپڑے ہروی ہیں۔یاایک انڈادوانڈوں کے معاوضہ میں فروخت کیا دونوں نقد ہیں تو یہ بیع جائز ہے۔(ایک گز زائد کپڑااورزائد انڈا حلال ہیں)اگرایک طرف سے ادھار ہے تو یہ بیع نا جائز ہوگی کیونکہ جیسے فقط قدر،کیل اوروزن کے وجود سے ادھار کی بیع حرام ہوتی ہے اسی طرح صرف جنس کے وجود سے بھی ادھار کی بیع حرام ہوتی ہے مگرصرف وجودجنس سے ربا الفضل حرام نہیں ہوتا۔کپڑااورانڈے اگر چہ کیلی اوروزنی نہیں لیکن ان کی جنس ایک ہے لہذا ان میں ربا النسیہ تو حرام ہوگا مگرربا الفضل جائز ہوگا۔

نوٹوں کی خریدوفروخت کا حکم:

☆اعلم ان الشدائد تفتح الاسماع والابصار وتحیی القلب وتردع النفس وتذکر العبد وتزید الثواب.☆

سوال: نوٹوں کو اگر نوٹوں کو معاوضہ میں کمی یا زیادتی کے ساتھ خرید یا فروخت کیا جائے اور دونوں نقد ہوں تو یہ جائز ہے اور اگر ایک طرف ادھار ہو تو یہ بیع نا جائز ہے؟ اس کی وضاحت مطلوب ہے۔

جواب: نوٹوں کے تبادلہ میں اگر تساوی ہو، دونوں جانب برابر مالیت کے نوٹ ہوں تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) دونوں طرف تساوی ہو، اور دونوں ادھار ہوں یہ نا جائز ہے۔

(۲) تماثل ہو اور دونوں نقد ہوں یہ بالاتفاق جائز ہے۔

(۳) تماثل ہو لیکن صرف ایک طرف سے ادھار ہو اس میں دو قول ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ بیع جائز ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ بیع نا جائز ہے۔ اگر ایسر الامرین (دو حکموں سے آسان) پر عمل کرنے کو ترجیح ہو تو اس کے لئے جواز کا قول بہتر ہے اور احوط پر عمل کیا جائے تو احتراز بہتر ہے۔ پہلی صورت کہ نوٹوں کا نوٹوں سے برابر برابر تبادلہ ہو اور دونوں طرف ادھار ہے تو یہ اس لئے نا جائز ہے کہ دین کی دین کے ساتھ بیع ہے۔ حضور علیہ السلام نے بیع الکالی بالکالی (دین کے دین سے بیع) کو حرام فرمایا اور اس سے منع فرمایا ہے۔ دوسری صورت نوٹوں کا نوٹوں سے تبادلہ ہو دونوں طرف تعیین ہو اور نقد ہوں تو یہ بالاتفاق جائز ہے اس میں کوئی شرعی مانع لازم نہیں آتا۔ تراضی کے ساتھ مال کے بدلے مال کا تبادلہ ہے اور اس میں نہ ربا النسیہ ہے کیونکہ دونوں بدل نقد ہیں اور نہ ربا الفضل ہے کیونکہ عددی میں ربا الفضل نہیں ہوتا۔ تیسری صورت یہ نہ تبادلہ میں مساوات ہو لیکن ایک طرف سے نقد ہو اور دوسری طرف سے ادھار ہو، اس میں امام محمد کے دو قول ہیں ایک جواز کا دوسرا عدم جواز کا۔ درمختار میں ہے:

باع فلوسا بمثلها اوبدراهم اوبدنانير فان نقداحدهما جاز وان تفرقابلاقبض احدهما لم يجز كمامر (باب الربا)

اس پر بحث کرتے ہوئے علامہ شامی فرماتے ہیں:

فصار الحاصل ان مافی الاصل يفيد اشتراطه من احدالجانبين ومافی الجامع اشتراطه منهما. (باب الربا)

اگر فلوس کو اپنے مثل سے برابر فروخت کیا جائے یا دراہم اور دنانیر کے ساتھ فروخت کیا جائے اور اگر دو میں سے ایک نقد ہو تو یہ جائز ہے۔ اگر دونوں بغیر قبضہ کئے جدا ہو جائیں تو یہ بیع نا جائز ہے جیسے

گزر چکا ہے۔علامہ شامی فرماتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ جو روایت اصل (مبسوط) میں ہے اس سے کسی ایک جانب سے قبضہ کی شرط جواز کے لئے مستفاد ہوتی ہے اور جامع صغیر کی روایت سے جواز کے لئے دونوں طرف سے قبضہ کی شرط معلوم ہوتی ہے۔

ایسے عام قواعد کے تحت فلوس (نوٹوں) کی بیع مساوی فلوں کے معاوضہ میں ایک طرف ادھار کی صورت میں ناجائز ہونی چاہئے کیونکہ فلوس (نوٹ) اگرچہ عددی ہیں۔کیلی اور وزنی نہیں ہیں دونوں کی جنس ایک ہے وجود جنس سے نسیہ (ادھار) حرام ہوتا ہے شاید اسی وجہ سے جامع صغیر میں عدم جواز کا قول کیا گیا ہے اور جواز کی وجہ یعنی ایک طرف ادھار کی صورت میں جواز کی وجہ شاید یہ ہو کہ جو فلوس نقد ہیں ان کے ثمن ہونے کی حیثیت کا اعتبار ہے اور جو فلوس ادھار ہیں ان کے عرض ہونے کا اعتبار ہو بیع سلم کی طرح ثمن نقد ہوں اور عرض ادھار ہو تو یہ بیع جائز ہے چونکہ یہ وجہ نہایت ضعیف ہے اس لئے ہم نے عدم جواز کے قول کو اختیار کیا ہے۔(جاری ہے)

طبع دوم

تاریخ نفاذِ حدود

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

ناشر: شیخ زید اسلامک سینٹر، کراچی

رفیق المناسک مع الفضائل والرقائق

حج وعمرہ کے قدیم وجدید مسائل کا احاطہ کرنے والی، نئے انداز کی کتاب

حج وعمرہ کے مسائل وفضائل ....تالیف مفتی محمد رفیق الحسنی

ناشر: جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم گلستانِ جوہر بلاک ۱۵ کراچی

☆اکثر مایخاف لایکون وغالب مایسمع من مکروہ لایقع وفی اللہ کفایۃ وعندہ رعایۃ ومنہ العون.☆